شاہی زمانے میں لکھنؤ کی عزاداری کی ایک جھلک

پروفیسر سید مسعود حسن رضوی ادیب

اودھ کے فرمانرواؤں سے لے کر عوام تک محرم کی عزاداری میں انتہائی انہماک رکھتے تھے۔اودھ کے بادشاہوں کا کیا ذکر یہاں ایسی بیگمات اور امراء ہمیشہ موجود رہے جو مراسم عزا کی بجا آوری میں لاکھوں روپے صرف کرتے تھے۔انھوں نے بڑے بڑے شاندار امام باڑے اور کربلائیں تعمیر کیں۔آصف الدولہ کے امام باڑے کی عظیم الشان عمارت فن تعمیر کا ایک لاجواب نمونہ ہے۔غازی الدین حیدر کا امام باڑہ،شاہ نجف اور محمد علی شاہ کا امام باڑہ،حسین آباد آج تک زیارت گاہ خلق ہیں۔ مجالس عزا جس شان سے ہوتی تھیں اور جلوس عزا جتنی دھوم سے نکلتے تھے اس کے تفصیلی بیان کی تو گنجائش نہیں۔اس کا کچھ تصور پیدا کرنے کے لئے غازی الدین حیدر کے خاص محل بادشاہ بیگم کے یہاں کی عزاداری کا مرقع خسروی کے مصنف عظمت علی نامی کاکوروی کی زبان سے سنئے۔

''جناب بادشاہ بیگم صاحب کے یہاں عشرہ محرم چہلم تک وہ خیر و فیر کہ حرس محتاج تک سیر،کھانے اقسام اقسام کے نہایت تحفہ اس کثرت سے کہ کھائے نہ جاتے،روپے اشرفی اتنے بٹتے کہ اٹھائے نہ جاتے،جوڑ شیر مال کا اڑھائی سیرا۔طباق پلاؤ کا چوسیرا،قفلیاں سالن کی فی حصہ دو،میٹھا قند کا غالب کہ ڈیڑھ سیر سے کم نہ ہو۔شیر برنج و ماقوتی کے دو دو خوانچے،دو سیر قفلیاں، دہی ملائی کی۔اس سے بڑھ کر یہ ایک حصہ کہ چار سے اٹھائے نہ اٹھتا،سو دن رات بے گنتی بے مزاحمت غرباء مساکین اور اہل مجلس کو ملتا۔آٹھ سات سبیلیں جابجا بے مثل جن میں صرف قند اور دودھ کی ریل پیل سر راہ رکھی جائیں،لوگ اس قدر پیتے کہ حرصیں بھر جاتیں،مرثیہ خوانوں کتاب خوانوں کی گنتی نہ تھی۔ خلعت اور انعام دینے سے سیری نہ ہوتی تھی۔باقی اور سب طرح کے لوازمے عزاداری کے اس نفاست اور کثرت سے کہ کیا کہئے دیکھنے والوں کو یقین کی جا ہے اور سننے والوں کے نزدیک مبالغہ ہے۔خلاصہ یہ کہ امام کے نام پر چالیس دن ایسا مال،کھانا لٹاتیں کہ محتاجوں کی نیتیں بھر جاتیں۔

یہ تو امیروں کے یہاں کی مجلسوں کا نمونہ تھا۔اب غریبوں کے یہاں کے جلوسوں کا نمونہ دیکھئے وہی مصنف اپنی اسی کتاب میں رقم طراز ہے۔

''قیاس سے باہر،سچ مچ نہال خوش نیتی کا ثمر،جس کو طلسم حیرت افزا کہئے۔یا سراسر تصرف افضال جناب سید الشہداء سمجھئے حال اور حقیقت،بخشو اور خدا یار خاں کی ہے۔۔۔یہ دونوں ہمدم شخص۔۔۔پیشہ آرائش سازی کا کرتے۔۔۔عشرۂ محرم میں تعزیہ رکھتے اور ۲۶ صفر کو پیشتر سے بہت سی دیگیں اور سالن تلی ہوئی ترکاری کی تیار ہوتیں اور اس میں سے ایک طباق بڑا بھرا ہوا اور ایک ایک قفلی،اس کے موافق کی اور دو دو خمیری روٹیاں۔ ہزارہا آدمی مجلسی کو بٹتیں۔اور علاوہ اس کے سترہ اٹھارہ علم۔ جناب عباس علیہ السلام کے فلک فرسا ہوتے،ان کے پیچھے غول کے غول۔۔۔چار چار پانچ پانچ آدمی برہنہ سر،ماتم کناں،سینہ زناں، ساتھ ہوتے۔سوان کے لئے رنگین پلاؤ،سالن کی مسلم ہر مقام پر مجمعوں کے پہنچائی جاتیاں،اور وہاں ان کے طور پر تقسیم ہوتیاں، باقی اور سب لوازمے اس کے حقے،تمباکو،گوٹا،افیون،کو پلے

(بقیہ صفحہ ۲۹؍ پر۔۔۔۔)

حسینؑ کے عزم واستقلال میں کمی نہیں ہوتی یہاں تک اب فوج حسینی میں کوئی بھی نہ رہا تو وہ کمسن مجاہد اپنے باپ کو تیس ہزار کے لشکر میں یکہ وتنہا دیکھ کر جذبہ نصرت میں نکلا جس کا سن چھ ماہ سے زائد نہ تھا حسینؑ نے علی اصغرؑ کو گود میں لے لیا دامن قبا سے چھپایا اور میدان میں لائے اور عمر سعد کی طرف مخاطب ہوکر فرمایا کے اے گروہ تم نے میرے بھائی عباسؑ کو قتل کرڈالا میری اولاد اور میرے دوستوں کو مارڈالا اب فقط اس بچے کے سوا کوئی بھی نہ رہا، پیاس اس کو بھی ہلاک کئے دیتی ہے اس کو تھوڑا سا پانی دیدو اگر میں تمہارے زعم باطل میں گنہگار ہوں تو یہ بچہ تو بے گناہ ہے ابھی یہ کلام حضرت کا ختم ہونے ہی پایا تھا کہ ایک تیر عمر سعد کی فوج سے آیا اور اس نے علی اصغرؑ کو شہید کردیا حسینؑ نے اپنے اس دل کے ٹکڑے کا خون چلو میں لیا اور اپنے چہرۂ مبارک پر مل لیا اور فرمایا کہ اے خدا گواہ رہنا کہ اس قوم جفا کار نے یہ ارادہ کرلیا ہے کہ تیرے نبی کی اولاد میں سے کسی کو زندہ نہ چھوڑے گی۔

دنیا نے حسینؑ کی شہادت کے وقت بھی دیکھا اور قیامت تک دیکھتی رہے گی اور اس مظلوم پر قیامت تک خون کے آنسو بہاتی رہے گی جس نے عاشور کے دن تین دن کی بھوک اور پیاس میں مع اپنے اعزا واولاد اور اصحاب کے شہادت پسند کی مگر ظالم انسانیت کش اور خونخوار انسانوں کی اطاعت گوارہ نہ کی اور ہمیشہ ہمیشہ کے لئے اپنے مضبوط اور مستحکم ارادوں سے باطل کی انسانیت سوز اور حق کش پالیسی کو نیست ونابود کردیا۔

(ماخوذ از الواعظ ماہ اکتوبر ۱۹۴۶ء مطابق محرم نمبر ۱۳۶۶ھ، ص ۲۵)

(صفحہ ۲۷ کا بقیہ۔۔۔۔)

آرائی سے بے نیاز تھیں اور فرضی فضائل سے مستغنی تھیں۔ خنسا نے بھائی کے بعد بہاریں دیکھیں لیکن جناب ربابؑ کا احساس مصیبت اسقدر شریک تھا کہ ایک سال سے زیادہ مدت حیات دراز نہ ہوسکی۔

بے چین روح نے قفس عنصری کی تیلیاں توڑ دیں اور وہ اس چمن سدا بہار میں پرواز کر گئیں جہاں اسے اس کا گل مراد مل گیا جس کے لئے فغاں وفریاد تھی۔ اور جس کے فراق میں وہ زندگی کو بار گراں سمجھ رہی تھی۔ جس کی یاد میں دل سے رنج وغم کے شعلے اٹھتے تھے اور آنسوؤں کی بارش ہوتی تھی۔

(ماہنامہ وثیقہ دار لکھنؤ، مرثیہ نمبر)

(صفحہ ۳۲ کا بقیہ۔۔۔۔)

وغیرہ بے پرستش، بے انتہا، ہر شخص کے لائق وفائق، آگے مزدور اور سقے اور کہاروں کی گنتی نہیں۔ کثرت ہر قسم کے جلوس وضروریات کی قیاس میں آتی نہیں۔ ہاتھی، سانڈ نیا، پلٹنیں، سوار، چوب دار، بلم بردار، جھنڈی والے۔ کل امرائے شہر اور شہر یاری کی سرکار سے آتے۔ سب اعلیٰ قدر حال وقت رخصت انعام اور کرائے والے کرایہ پاتے۔ اکثر عمائد بلکہ خود بادشاہ متدعی رہے کہ کسی قدر یہ ہم سے لے۔ لیکن کسی سے ایک جبے لینا کسی طرح قبول نہ کیا۔ الحاصل یہ وضع قطع درحقیقت ایک کہانی ہے، بیشک برکات اور عجائبات کی نشانی ہے، ورنہ کیا بساط ان غریب مزدوری پیشہ کی۔ [ماخوذ از سرفراز محرم نمبر ۱۹۷۳ء، صفحہ ۱۷۹]